مطالعات و تعلیقات

از

قاضی اطہر مبارکپوری

بہت معمولی مگر بہت بڑی نیکی: - کسی معمولی سے معمولی نیکی کو معمولی سمجھ کر نہ چھوڑو، اور نہ کسی چھوٹی سے چھوٹی برائی کو چھوٹی سمجھ کر کرو، بلکہ ہر قسم کی نیکی کرو اور ہر قسم کی برائی سے بچو۔ جزا اور سزا دینے والے مالک و مولا کی شانِ رحمت اور شانِ غضب ہی بتا سکتی ہے کہ کون سی نیکی بڑی ہے اور کون سی برائی چھوٹی ہے، بندے کو اس کا فیصلہ کر کے اس پر عمل کرنا زیب نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مر رجل بشوك فی الطریق فقال
لا میطن ھذا الشوك لا یضر رجلا
مسلما فغفر له [1]

ایک مرتبہ ایک آدمی نے راستہ میں کانٹا دیکھا تو کہا کہ میں اسے راستہ سے دور کر دونگا تاکہ کسی مسلمان آدمی کو ضرر نہ پہونچائے، یہ سوچ کر اس نے یہ کام کیا تو اسکی مغفرت کر دی گئی۔

یہ بظاہر کتنی معمولی نیکی تھی، مگر بدلہ دینے والے مالک مولا کے نزدیک وہ کتنی بڑی نیکی تھی، اسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اسی نیکی پر اس کی مغفرت ہوگئی، پس اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے نیکی کی توفیق کی دعا کرتے رہو اور توفیق پا کر چھوٹی بڑی نیکی کرو، اور اس پر اس کا بیحد شکر ادا کرو کہ اُسنے اس کی توفیق دی۔ کتنے بے توفیق ایسے ہیں جن کو اس دنیا میں نیکی کرنے کا موقع ہی میسر نہ آسکا حالانکہ وہ چاہتے تو بہت کچھ کرتے مگر کچھ نہ کر سکے۔

---

[1] الادب المفرد

غصہ شیطنت کا جال ہے :-

حضرت سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑ پڑے، اور ان میں سے ایک آدمی کا حال یہ ہوا کہ مارے غصہ کے اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اور رگیں پھول نے لگیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اسے اگر یہ اس وقت پڑھ لے تو اسکی یہ تیزی اور غصہ کی شدت جاتی رہے گی، وہ کلمہ یہ ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

یہ بات سنکر اس آدمی نے کہا کہ کیا آپ مجھے مجنون اور پاگل سمجھ رہے ہیں؟ ــــ یہ جو مشہور ہے کہ غصہ حرام ہے تو بالکل صحیح بات ہے۔ غصہ انسان کو انسانیت کی حد سے نکال کر حیوانیت اور بہیمیت کے میدان میں لے جاتا ہے جہاں پر وہ جانوروں کی حرکت کرنے لگتا ہے اور انسانیت سے دور ہو جاتا ہے۔ غصہ کی حالت میں انسان کی اندرونی حرارت اور گرمی ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور اعتدال مزاجی باقی نہیں رہتا۔ یہ در حقیقت ایک سخت وقتی بیماری ہو جاتی ہے جو انسان پر طاری ہو کر اس کے جذبات و احساسات اور خیالات و تصورات میں شدت اور تیزی پیدا کر دیتی ہے۔ اور جنون کی قسم کہ آدمی کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ مگر اس بیماری کے علاج کے لئے کسی ایسے نسخہ کی ضرورت نہیں ہے جو عام طور پر بیمار اور مریض استعمال کرتے ہیں، بلکہ دل و دماغ پر قابو۔ اور ہوش و حواس میں اعتدال کی کوشش اس کا علاج ہے، عین غصہ کی حالت میں ٹھنڈا پانی بھی بہت مفید ہوتا ہے۔ احادیث میں غصہ کی حالت میں ٹھنڈا پانی پینے کا بیان آیا ہے۔ جو ایک گونہ مادی علاج ہے، اسی طرح اس کا نہایت کامیاب روحانی علاج اور یہ کہ حدیث میں بتایا گیا ہے، کیونکہ دراصل غصہ شیطانی قوت کا ابھار ہوتا ہے جو انسانیت کو تابو پا کر اسکو نیچا کرنے کے لئے شیطان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے اسکا علاج روحانی اور دینی طریقہ سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ یہ غصہ کی دیوانگی ہی کہ کسی آدمی کو غصہ ٹھنڈا ہونے کا کامیاب ترین علاج بتایا جائے، اور وہ علاج بتانے والے سے کہے کہ کیا آپ مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں؟

غور کرو کہ اگر غصہ سراسر شیطنت و شرارت نہ ہوتا تو وہ آدمی ہرگز اس طرح کی باتیں نہ کرتا، آپ غصہ کر کے ابتداء پر شیطنت کو ہرگز.. اس طرح کی باتیں نہ کرتا۔ آپ غصہ کر کے اپنے اوپر شیطنت کو ہرگز مسلط نہ کریں۔

رحم وکرم کی زندگی :-

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر تشریف لے گئے، جہاں ایک آدمی نے ایک چھوٹی سی چڑیا کے انڈے نکال لئے۔ وہ چڑیا آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر پھڑ پھڑانے لگی۔ اسکا حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایکم فجع ھذہ ببیضتھا ... کس نے اس چڑیا کو اس کے انڈے کی وجہ سے پریشان کیا ہے؟

ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکا انڈا لے لیا ہے، آپ نے فرمایا۔

ارددہ رحمۃ لھا [1] ... اس پر رحم کرتے ہوئے انڈا واپس کر دو۔

---

[1] الادب المفرد

جس ورحمت رسول کا حال یہ ہو کہ ایک چھوٹی سی چڑیا کی پریشانی دیکھ کر اسکا دل بیتاب ہو جاتا ہے۔ درد مند انسانوں کی وجہ سے اس پر کیا نہ گذرتی ہوگی؟ رحمۃ للعالمین کی شان کا ظہور کہاں کہاں کس کس انداز سے ہوا ہے؟

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اس بارے میں بھی اسوہ بنائیں اور انسان تو انسان معمولی معمولی جانوروں پر بھی رحم وکرم کریں۔ تاکہ ان کا وجود پوری دنیا کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ آج کل تو ہمارا وجود خود ہمارے حق میں زحمت بنا ہوا ہے۔ اور ہم آپس میں ایک دوسرے کے نقصان کے پھیر میں رہا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

خدا پرستوں کے حوصلے :-

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کا نام خالد بن زید ہے۔ اور آپ کی ماں کا نام ھند بنت سعید ہے۔ آپ ہی کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ٹھہرے یہاں تک کہ مسجد نبوی اور حجرات مبارکہ کی تعمیر ہوئی۔

سنہ ۵۲ھ میں غزوۂ قسطنطنیہ کے عین محاصرہ کے ایام میں فوت ہوئے۔ امیر لشکر نے عیادت کرتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ کی کوئی خواہش ہو تو بیان فرمائیے۔ آپ نے اپنی آخری خواہش ان الفاظ میں ظاہر فرمائی۔

حاجتی اذا انا مِتُّ فارکب بی ما وجدت مساغا فی ارض العدو فاذا لم تجد نادفنی ثم ارجع ۔

میری خواہش یہ ہے کہ جب میں مرجاؤں تو تم میرے جنازہ کو لے کر دشمن کی زمین میں جہاں تک گنجائش پاؤ لیجاؤ اور جب آگے راستہ نہ ملے تو وہیں دفن کرو، اور واپس چلے آؤ۔

چنانچہ آپ کو قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا۔

بھلا کوئی آدمی ان اللہ والوں کے حوصلوں کی بلندی اور ہمتوں کی پرواز کا اندازہ بھی کر سکتا ہے؟ مرنے پر بھی یہ تمنا کہ دشمنوں کی آخری سرحد پر ہمیں جگہ ملے۔ یہ قوت اقدام اور یہ حوصلہ موحد ہی کو مل سکتا ہے اور وہی لوگ اتنے بلند خیال ہو سکتے ہیں جن کے عقیدہ اور عمل میں دین و دیانت کی روح کام کرتی ہو۔

امداد باہمی :-

ایک مرتبہ چند اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ ان کے بدن پر بھیڑ بکری کے بال کے کپڑے تھے، اور ان کا حال نہایت خستہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال زار دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ ان پر صدقہ کر کے ان کی امداد کریں۔ لوگوں کی طرف سے اس کار خیر میں کچھ تاخیر معلوم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک بدل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک انصاری صحابی روپیہ کی تھیلی ایک لیکر حاضر ہوئے، پھر صدقات و خیرات کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار نمایاں ہوگئے اور آپ نے اس موقع پر اسلام کا یہ اصول بیان فرمایا۔

من سنّ فی الاسلام سنّۃً حسنۃً فعُمل بھا ... جو آدمی اسلام میں کوئی اچھی روش اختیار کرے گا

بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورھم شیء ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعمل بها بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارھم شیء[1] ...

جس پر بعد میں بھی عمل کیا جائے گا تو اس پر عمل کرنے والے کا ثواب اسے ملے گا اور اسکے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور اسی طرح جو شخص اسلام میں کوئی بُری بات جاری کریگا تو بعد میں اس پر عمل کرنے والے کا گناہ بھی اسی پر ہوگا اور گناہگاروں کے گناہ میں کمی نہ ہوگی۔

اسلام میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور دامے، درمے، سخنے، قدمے، کسی حاجت مند کی حاجت پوری کرنا بہت ثواب کا کام ہے اور اسے دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ کو اسکی طرف متوجہ فرماتے اور عملی طور پر اسکا اظہار کرتے کراتے تھے، جسکی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں باہمی تعاون اور امداد باہمی کی خوشگوار فضا قائم رہتی تھی، اور ہر ایک دوسرے کی خیر خواہی میں اپنی خوش بختی سمجھتا تھا۔ موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس دنیا میں جو لوگ جیسا کام کرینگے ان کو ویسا ہی بدلہ ملے گا اور یہ اصول اس قدر عام اور وسیع ہے کہ نیکی اور بدی کے رواج دینے والے کو بعد تک اسکا بدلہ ملتا رہے گا۔ اور جب تک اس نیکی یا بدی پر لوگ عمل کریں گے۔ رواج دینے والے کے لئے عذاب یا ثواب کا معاملہ جاری رہے گا۔ اور خود کرنے والے اپنے اپنے اجر و ثواب یا سزا و عقاب بھی پاتے رہیں گے۔

ہمارے رسول ؐ کا سلوک :- فتح مکہ کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف کی طرف کوچ فرمایا اور فاتحین کے ہمراہ اہل مکہ سے دو ہزار کی جمعیت ساتھ تھی اس وقت آپنے مکہ پر اپنا عامل اور گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اور ان کو یہ نصیحت فرمائی۔

أتدری علی من ولیتك یا عتاب! علی جیران بیت اللہ فاستوص بهم خیرًا۔

اے عتاب! تمہیں معلوم بھی ہے کہ میں نے کن لوگوں پر تم کو مقرر کیا ہے؟ اللہ کے گھر کے پڑوسیوں پر تم ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اپنے مقرر کردہ حاکم کو کن لوگوں کے حق میں ہے؟ ان ہی اہل مکہ کے حق میں جنہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام اور پیروان اسلام کو دنیا میں سب سے زیادہ تنگ کیا تھا۔ اور ان کا اطمینان کا سانس لینا بھی گوارا نہیں کیا، ابھی فتح مکہ کو دس پانچ دن بھی نہیں گذرے ہیں۔ عداوت اور محبت کا فیصلہ بظاہر اب تک معلوم ہوتا ہے اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد اہل مکہ کیا رویہ اختیار کرینگے: پرانی عداوت پر اتر کر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کر بیٹھیں گے یا اب ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پورے طور سے جاگزیں ہوگئی ہے مگر ان حالات میں اللہ کے رسول ؐ نے اپنے حاکم کو اہل مکہ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی تعلیم جس موثر انداز میں دی ہے۔ اس سے آپ کے اخلاص و محبت اور رحمت و رأفت کا بے انتہا ظہور ہو رہا ہے۔

[1] مسلم شریف

ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں جس قدیم دشمن فرد یا قوم سے صلح و مصالحت کی بات چیت پکی ہو جائے اس کے ساتھ اسی دم سے نہایت اخلاص سے بہتر سے بہتر برتاؤ کریں اور شک و شبہ، عداوت و دشمنی کی تمام خلش دل سے دور کر دیں۔

نیکوں سے تعلق رکھو :- اللہ کے نیک بندوں سے محبت و عقیدت رکھنا بجائے خود بہت بڑی نیکی اور بزرگی کی بات ہے۔ آدمی جیسے شخص سے محبت و تعلق رکھتا ہے اسے ویسا ہی نتیجہ ملتا ہے، نیکوں کی محبت نیکی لاتی ہے، جس طرح کہ بُروں سے تعلق بُرائی کا باعث ہوتا ہے اور اسکا نتیجہ بُرا نکلتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اچھے لوگوں سے راہ و رسم اور رابطہ ضبط رکھیں، اور بُرے لوگوں کی صحبت سے بچیں، اور یہ تعلق صرف للہ فی اللہ ہو، کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہو۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی اپنے ایک بھائی کی ملاقات کے لئے ایک گاؤں کی طرف چلا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو مقرر فرمایا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ جب اس سے فرشتہ کی ملاقات ہوئی تو اسنے دریافت کیا کہاں کا ارادہ ہے۔ اسنے جواب دیا کہ اس گاؤں میں میرا ایک دوست رہتا ہے، اسی کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، فرشتہ نے دریافت کیا کہ کیا تم پر اُس کا کوئی احسان ہے جسے تم نباہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، میں اس سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ یہ سنکر فرشتہ نے کہا میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہارے پاس یہ بتلانے کے لئے آیا ہوں کہ جس طرح تم نے اس آدمی کو دوست رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو دوست رکھا ہے۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! ایک آدمی اچھے لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان کی طرح اس آدمی کا عمل نہیں ہے، اور ان کے درجہ کو عمل نہیں پہونچا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انت یا ابا ذر مع من احببت ..

تم اے ابوذر! جس سے محبت کرتے ہو اسکے ساتھ ہو

ابوذر فرماتے ہیں کہ زبان رسالت سے یہ بات سنکر میں نے عرض کیا۔

انی احب اللہ ورسولہ ....

میں اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

آپ نے میری اس بات کو سنکر بشارت دی کہ

انت مع من احببت یا ابا ذر۔

تم جس سے محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہو، اے ابوذر!

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ اس نے کہا

ما اعددت من کبیر، الا انی احب اللہ ورسولہ. قال المرء مع من احب،

میں نے اس کے لئے کوئی بڑی تیاری تو نہیں کی ہے البتہ اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں، یہ سنکر آپ نے فرمایا،

آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عام اور اصولی بشارت سن کر صحابہ کرام بے انتہا خوش ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ۔

فما رأيت المسلمين فرحوا بعد الاسلام اشد مما فرحوا يومئذ [1]	میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ آج اس بات سے جس قدر خوش ہوئے اسلام لانے کے بعد کسی چیز سے اتنا زیادہ خوش نہیں ہوئے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ و رسول سے کس قدر محبت تھی اور ان کے نزدیک اس کی کیا قدر و قیمت تھی؟

یہ ہے مسلمانوں کی محبت اللہ و رسول سے۔ اور یہ ہے مسلمانوں کی دوستی و محبت کا معیار! آپ دیکھئے کہ آج ہمیں آپ کو کیسے کیسے لوگوں سے تعلق ہے۔ اور ہم کس کس غرض اور مطلب کے لئے لوگوں سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ عوام کو جانے دیجئے خواص کا حال یہ ہے کہ غنڈوں، لچوں، لفنگوں، سود خواروں، اور بڑے بڑے لوگوں سے تعلق رکھنے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اور بدکاروں کا دم بھر کر ان کی بدکاری کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا تعلق جیسے لوگوں سے ہے کل ان ہی کے ساتھ ان کا معاملہ ہوگا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اچھے لوگ اپنے عمل و کردار سے ایسے پرکشش ہوتے کہ برے لوگ ان کی صحبت میں آکر اچھے بنتے اور ان کی دنیا و آخرت بھی سنورتی۔ مگر آج معاملہ اسکے خلاف ہے اور اچھے لوگ بروں کی صحبت میں پڑ کر برے ہو رہے ہیں۔ اور اپنی دنیا و آخرت بگاڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اچھے ماحول میں رکھے اور اچھی زندگی دے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ :-

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ ملت اسلامیہ کے ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن پر پوری دنیائے انسانیت کو بجا طور سے ناز ہے اور جب تک انسانیت باقی رہے گی یہ ناز باقی رہیگا ہمارا ملک امام صاحب کی دو اہم کتابوں سے مدتوں سے واقف رہا ہے۔ ایک کیمیائے سعادت، اور دوسری احیاء العلوم ہے ان دونوں کتابوں کے اردو زبان میں تراجم بھی شائع ہوئے۔ ان دو کتابوں کے علاوہ امام صاحب کی کتابیں ہمارے ملک میں زیادہ رائج نہ ہو سکیں اور یہاں کے لوگ ان کے علوم و فنون سے بڑی حد تک محروم ہے۔ جبکہ یورپ ان کی بہت سی تصنیفات سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور اس کے پاس غزالیات کا قیمتی خزانہ ہے۔

حال ہی میں فرانسیسی زبان میں حجۃ الاسلام امام غزالی پر دو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ایک کے مصنف لبنانی عرب ڈاکٹر فرید جبر ہیں اور دوسری کتاب کے مصنف فرانسیسی مستشرق عالم موریس بویج ہیں، پہلی کتاب کا موضوع امام غزالی کا نظریہ معرفت ہے، اور دوسری کتاب کا موضوع امام غزالی کے مؤلفات اور ان کے رسائل ہے جن کی مجموعی تعداد چار سو سے زائد ہے، مجلۃ الازہر اس کی خبر دینے

[1] الادب المفرد

کے بعد لکھتا ہے کہ عنقریب دمشق میں فنون و آداب کی مجلس اعلیٰ کے زیر اہتمام امام غزالیؒ کی نو صد سالہ یادگار میں ایک جشن منایا جائے گا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ندوۃ المصنفین دہلی کی اس سال کی مطبوعات میں امام غزالی کے افکار و نظریات کی پرکھ پر ایک علمی کتاب شائع ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کو دوسری دنیا کے لوگ علم و تحقیق کی کس نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے افکار و نظریات سے فائدہ اٹھانے کی کس کس طرح کوشش کرتے ہیں اور ہم ان کی کتابوں تک سے کس قدر نابلد ہیں، یہ بات بہت ہی نقصان کی ہے۔

قرآن کا پڑھنا پڑھانا :-

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ

حدثنا من كان يقرئنا من الصحابة انهم كانوا ياخذون من رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر آيات فلا ياخذون في العشر الاخرى حتى يعلموا ما في هذه من العلم والعمل	جو صحابہ کرام ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے، انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دوسری دس آیات نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ پہلی آیات کے علم و عمل کو خوب اچھی طرح جان لیتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اپنے شاگردوں کو بتا رہے ہیں کہ قرآن میں غور و فکر اور اس پر عمل کرنے کا ہمارا حال یہ تھا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف دس آیتیں پڑھتے تھے اور جب تک ان پر علم و عمل کی مشق نہیں کر لیتے تھے اس وقت دوسری آیتیں نہیں پڑھتے تھے۔

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے قرآن پڑھنے پڑھانے کا طریقہ یہ تھا۔ اور اس طرح وہ اللہ کی کتاب کا درس لیتے تھے، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ اول تو قرآن سے ہمارا تعلق بہت کم ہے اور اگر تھوڑا بہت ہے بھی تو صرف ظاہری طور سے پڑھنے پڑھانے تک محدود ہے، نہ قرآن کی صحت کا خیال ہے نہ اسکے معانی و مطالب سمجھنے کا لحاظ ہے اور نہ اسکی اہمیت و عظمت کی طرف دھیان ہے بلکہ ہم اسے ایک بابرکت کتاب سمجھ کر اس طرح پڑھتے پڑھاتے ہیں کہ برکت مل جائے۔

غور کیجئے اگر صحابہ اور تابعین ہمارے قرآن پڑھنے پڑھانے کو دیکھیں تو وہ ہمیں کیا اس کا حق ادا کرنے والا قرار دینگے؟ اور کیا سمجھیں گے کہ یہ قوم قرآن کی حامل ہے؟ افسوس ہم اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنے اسلاف سے دور ہیں، اور پھر اپنے کو سب سے زیادہ اسلام کا شیدائی کہتے ہیں۔

شہنشاہ اور اعرابی :-

حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ وہی صحابی رسول ہیں جنھوں نے ہجرت کے موقع پر غار ثور میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ چلانا چاہا تھا۔ اور جب کفار و مشرکین کی طرف سے غار ثور کے قریب پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور ان کے گھوڑے کے پیر زمین میں دھنسنے لگے اور انھوں نے گھبرا کر آپ سے امان چاہی اور معاہدہ کیا کہ وہ آپ کی خبر کو عام نہ کریں گے۔ اس وقت واپس چلے گئے اور فتح مکہ کے دن باقاعدہ اسلام لائے ۲۴ھ میں انتقال کیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔

کیف بك اذا لبست سواری کسریٰ

اس وقت تمہاری کیا حیثیت ہوگی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنوگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ معجزانہ پیشین گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد تھی، چنانچہ جب دور فاروقی میں، خمس مصر کی خدمت میں مسلم فاتحوں نے کسریٰ کے کنگن، اور اس کا تاج اور پٹکا پیش کیا تو آپ نے حضرت سراقہ کو بلا کر کسریٰ کے کنگن وغیرہ پہنائے، اور فرمائش کی کہ۔

ارفع یدیك، وقل اللّٰہ اکبر، الحمد للّٰہ الذی سلبھما من کسریٰ بن ھرمز، وألبسھا سراقۃ الاعرابی،

اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاؤ اور کہو اللہ اکبر، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان دونوں کنگنوں کو کسریٰ سے چھین کر سراقہ اعرابی کو پہنا دیا۔

جب ایمان و عمل کی قوت پیدا ہو جاتی ہے تو غیر مہذب، ناتربیت یافتہ اور وحشی قومیں استعداد و صلاحیت کی دولتوں سے مالا مال ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے افراد میں ہر طرح کی قابلیت ابھر آتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں جب مہذب و شائستہ قومیں ظلم و ستم اور نااہلیت کا شکار ہو جاتی ہیں تو ان کے بڑے سے بڑے افراد ہر طرح کی قابلیت و صلاحیت سے یکسر محروم کر دئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ان اپنی نعمتوں کو چھین کر دوسروں کو دیدیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ بن ہرمز کا مقابلہ سراقہ اعرابی سے فرما کر اس حقیقت کو مجمع صحابہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو اپنے دور خلافت میں ظہور پذیر دیکھ کر اس طرح خوشی کے اظہار کے ساتھ بتایا ہے کہ یہ اپنی جدوجہد اور کوشش کا ثمرہ نہیں ہے بلکہ ایمان و عمل صالح کا نتیجہ ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اسلام کی بدولت گنواروں کو دنیا کی مہذب اور قدیم ترین حکومت کے تخت و تاج کا وارث بنا دیا ہے۔

جس دن مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا مسلمانوں میں خوشی کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی تازہ ہوا، اسی طرح مسلمان ہر خوشی اور غم کے موقع پر اپنے ایمان و عقیدہ کو تازہ کرتے تھے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ ان دونوں مواقع پر اپنے عقیدہ و عمل کے خلاف کام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ جیلانی رح :-

حضرت شیخ ابو صالح عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں بغداد میں فوت ہوئے، آپ کا مقام امت محمدیہ میں علم و فضل، زہد و تصوف، کشف و کرامت، احوال و منازل، اور شریعت و طریقت میں بہت بلند ہے، آپ صرف بلند پایہ ولی اللہ ہی نہیں تھے۔ بلکہ اپنے وقت کے زبردست عالم دین اور قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر کے مسلم استاذ بھی ہیں۔ امام شعرانی الطبقات الکبریٰ میں آپکے حالات میں لکھتے ہیں۔

وکان رضی اللّٰہ عنہ یتکلم فی ثلاثۃ عشر علما، وکانوا یقرءون علیہ فی مدرستہ، درسًا من التفسیر، ودرسًا من الحدیث، ودرسًا من المذھب ودرسًا من الخلاف، وکانوا

آپ تیرہ علوم و فنون میں کلام فرماتے تھے، لوگ ان کے مدرسہ میں ان سے تفسیر، حدیث، فقہ، اور اختلافیات کے درس لیا کرتے تھے۔ دن کے دونوں حصوں میں صبح و شام تفسیر، حدیث، فقہ، اختلافیات، اصول، اور نحو وغیرہ کی تعلیم

یقرءون علیہ طرفی النھار التفسیر وعلوم الحدیث والمذھب والخلاف والاصول والنحو وکان رضی اللّٰہ عنہ یقرأ القرآن بالقراءات بعد الظھر وکان یفتی علی مذھب الامام الشافعی والامام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ عنھما [1]

جاری رہتی تھی۔ آپ خود ظہر کی نماز کے بعد مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔

اگر حضرت شیخ جیلانی رح کے علمی پہلو کو دیکھا جائے تو ان کی جامعیت کے پیش نظر وہ بہترین عالم دین، زبردست محدث و فقیہ اور اعلیٰ قسم کے مدرس و معلم نظر آتے ہیں۔ دینی علوم اور مدرسہ کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر فرمایا کرتے تھے۔

ایما امرأی مسلم عبر علی باب مدرستی خفف اللّٰہ عنہ العذاب یوم القیامۃ۔

جو مسلمان بھی میرے مدرسہ کے دروازہ پر سے گذر جائیگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے عذاب کو ہلکا کر دے گا۔

علم دین کے سیکھنے سکھانے کی جگہ کو آپ یہ درجہ دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی خانقاہ کے مقابلہ میں آپ کے نزدیک اپنے مدرسہ کی کس قدر اہمیت و عظمت تھی۔

دینی تعلیم اور شریعت کے ظاہری علوم و فنون کی ضرورت کا اظہار آپ کی زندگی کے ایک اہم واقعہ سے بھی ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے سامنے روشنی آئی اور تمام طرف پھیل گئی، پھر اس میں ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی اے عبدالقادر! میں نے آپ کے لئے تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا ہے، یہ جملہ سنتے ہی میں نے کہا اے لعین تیرا ستیاناس ہو، یہ کہنا تھا کہ وہ روشنی ظلمت میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں ہونے لگی، اور ختم ہوتے ہوتے اس صورت نے پھر مجھے مخاطب کر کے کہا اے عبدالقادر! آپ اس لئے مجھ سے بچ گئے کہ آپ کو خدائی علم ہے اور آپ اپنے احوال و منازل سے اچھی طرح واقف ہیں اور دین کا علم رکھتے ہیں، ورنہ میں نے اس طرح ستر اہل طریقت کو گمراہ کر دیا ہے۔

ان واقعات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دینی علوم کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اور ہم لوگ جو آپ کی محبت و عقیدت کا دم بھرتے ہیں ان کو دینی علوم کی ترویج کے لئے کتنی کوشش کرنی چاہیئے۔

شریعت و طریقت کی حفاظت :-

حضرت شیخ کے روحانی مقام و مرتبہ کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حسین حلاج کو لغزش ہوئی مگر ان کے زمانہ میں کوئی ان کو تھامنے والا نہیں تھا اور میرا حال یہ ہے کہ۔

وانا لکل من عثر مرکوبہ من اصحابی

میں اپنے دوستوں، مریدوں اور شاگردوں میں سے

[1] ج ۱ ص ۱۲۱

ومریدی ومحبی إلی یوم القیامة آخذ بیدك
یا هذا، فرسی مسرج، ورمحی منصوب،
وسیفی شاهر، وقوسی موتر لحفظك و
انت غافل [1]

ہر اس شخص کے لئے قیامت تک ہوں جسکی سواری لغزش کھا گئی ہو، میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ اے شخص! میرے گھوڑے کا سامان کسا ہوا ہے، میرا نیزہ کھنچا ہوا ہے، میری تلوار تنی ہوئی اور میری کمان درست کی ہوئی ہے، میں تیری حفاظت کر رہا ہوں اور تو غافل ہے۔

. . . .

عوام اور عوامی ذہن کے لوگ حضرت شیخ کی اس عبارت کے معانی اپنے اپنے رنگ میں عجیب عجیب بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ اسکا مطلب صاف یہ ہے کہ میں شریعت اور طریقت دونوں کے علوم و فنون اور دونوں کی تعلیم و تربیت سے واقف ہوں اور جو لوگ میری راہ پر چل کر شریعت اور طریقت کو ساتھ لے چلیں گے میں ان کے حق میں رہنما ہوں، دین اور حدود شرعیہ کی حفاظت کے لئے میں اس سپاہی کے مانند ہوں جو ہر وقت تیار رہتا ہو۔ اور جہاں کہیں کوئی خلاف بات معلوم ہوتی ہو فوراً اپنے کو خطرات کے حوالہ کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرنے لگے، یہی حال میرا ہے کہ دین و دیانت کی حفاظت و نگرانی کے لئے میں ہر وقت تیار رہتا ہوں۔

جو لوگ حضرت شیخ جیلانی کا نام لیکر خلاف شرع حرکت کرتے ہیں ان کے لئے بھی اس قول اور اعلان میں سبق اور عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ——————

آج کل عام طور سے جاہل لوگ پیری کرنے لگتے ہیں اور رنگین کپڑے پہن کر بابا اور شاہ صاحب بن جاتے ہیں۔ ایسے پیروں فقیروں اور باباؤں کے مریدین بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں کیوں کہ بات یہ ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے! اسی قسم کے جاہل لوگوں نے اپنی بے عملی بلکہ بدعملی کو اپنے جاہل مریدوں میں مقبول بنانے کے لئے شریعت اور طریقت کے نزاع کا جال نکالا ہے اور اپنی حرکت اور بیہودگی کو یہ کہہ کر صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ "شریعت اور ہے اور طریقت اور" ہم تو فقیر لوگ ہیں، فقیہ لوگ ہماری زندگی کو کیا جانیں؟ ایسے جاہل اجڈ لوگوں کی ان باتوں کو نہیں ماننا چاہیئے۔ مشائخ کرام اور بزرگان دین ہمیشہ سے عالم، فاضل ہوا کئے ہیں۔ اور وہ پہلے شریعت اور بعد میں طریقت کو لیکر چلتے تھے۔ ان سے شریعت ہی پر عمل کے نتیجہ میں روحانی زندگی کی قدریں ابھرتی تھیں۔ اسی لئے وہ تمام مروجہ علوم و فنون کو پورے طور سے مشہور اساتذہ و ائمہ سے حاصل کرتے تھے،

چنانچہ حضرت احمد بن محمد بن قاسم ابو علی روذباری بغدادی متوفی سنہ ۳۲۲ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست عابد و زاہد تھے۔ اور ساتھ ہی زبردست عالم و فاضل بھی تھے مستقل قیام مصر میں کرتے تھے اور اپنے زمانہ میں مصر کے شیخ اور بزرگ تھے۔ کوئی دوسرا آپ کا ہمسر نہیں تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات صوفیاء و اہل اللہ کی ایک بڑی جماعت کی صحبت اٹھائی تھی۔ ان کے تذکرہ میں جہاں ان کی مشیخت و بزرگی کا بیان ہے وہاں یہ تصریح بھی ہے کہ

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۱

وکان اماماً، مفتیاً، ویروی عنه انه قال:
استاذی فی التصوف الجنید، وفی الحدیث
ابراهیم الحربی، وفی الفقه ابن سریج،
وفی الادب ثعلب [1]

آپ اپنے مذہب کے امام اور مفتی تھے، فرماتے تھے کہ تصوف میں میرے استاذ حضرت جنید ہیں، حدیث میں امام ابراہیم حربی ہیں، فقہ میں امام ابن سریج ہیں، اور ادب میں امام ثعلب ہیں۔

حضرت ابو علی روذباری رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد بھی تھے اور عالم و مفتی بھی، محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، اور پھر ان علوم دینیہ کے ساتھ آپ بہت بڑے نحوی اور ادیب بھی تھے۔ اور ان فنون میں قابلیت کا یہ عالم تھا کہ ہر فن کو اسکے امام سے پڑھا تھا۔

یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ مسلمانوں کے دور اقبال میں عالم اور زاہد کا فرق نہیں تھا جو عالم دین ہوتا تھا وہ بزرگ اور عابد و زاہد ہوتا تھا۔ البتہ جس پر جس چیز کا غلبہ ہو جاتا لوگ اسے اسی کی طرف منسوب کر کے یاد کرتے اور اسکی دوسری تمام باتوں میں اس ایک بات کو تعارف کے لئے مشہور کر دیتے،

حضرت شیخ جنید بغدادی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ کے حالات میں درج ہے کہ یہ حضرات بھی بہت بڑے مفتی و عالم اور معلم و مدرس تھے۔ اور سلوک کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور افتاء کا کام بھی کرتے تھے۔ مگر بعد کے تن آسان لوگوں نے ان حضرات کو اس طرح خانقاہوں میں محدود جانا جیسے یہ حضرات دینی علوم و فنون، حدیث، تفسیر، فقہ، اور دوسرے تمام مروجہ علوم سے واقف ہی نہیں تھے۔

صبر، عقل، اور خاموشی:-

دور عباسی کے مشہور ادیب منشی عبداللہ بن مقفع کے پاس ایک شخص گیا، دروازہ پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اندر سے خادمہ نے آکر بتایا کہ آقا نے آج دوا پی ہے۔ یہ سنکر اس آدمی نے کہا کہ میں ان کے دوستوں میں سے ہوں، خادمہ نے کہا اگر یہ بات ہوتی تو جس طرح ان کے تمام دوست اندر بیٹھے ہوئے تیمارداری کر رہے ہیں آپ بھی اندر ہوتے، اس نے کہا کہ میں ایک ضرورت کی وجہ سے نہ آسکا۔

بہرحال خادمہ نے اندر جاکر ابن مقفع سے کہا کہ ایسا ایسا ایک آدمی اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ ابن مقفع نے کہا کہ اسے بلاؤ اور کہدو کہ بات نہایت مختصر کرے۔

جب وہ آدمی اندر گیا تو ہدایت کے مطابق نہایت مختصر طور سے یہ باتیں ہوئیں۔

آدمی :- جب آدمی کے پاس کوئی تدبیر باقی نہ بچ گئی ہو اسکے لئے کیا تدبیر ہے؟

ابن مقفع :- اسکے لئے صبر ہے۔

آدمی :- آدمی کا سب سے زیادہ بہتر ساتھی کون ہے؟

ابن مقفع :- عقل انسان کی بہترین ساتھی ہے۔

[1] العبر ج ۲ ص ۱۹۵

آدمی :۔ اگر عقل سے محروم ہو؟

ابن مقفع :۔ جب لوگوں کی مجلس میں بیٹھے تو طویل خاموشی اختیار کرے۔

آدمی :۔ اگر خاموشی سے بھی محروم ہو؟

ابن مقفع :۔ تو پھر جب چاہے مرجائے، [لہ]

یعنی صبر، انسان کا آخری سہارا ہے، اور اسے کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیئے اور نہ ہاتھ سے چھوٹا تو سب کچھ گیا۔ اسی صبر سے استقامت، عزیمت، فہم و فراست اور کامیابی ہوسکتی ہے، اور انسان کے لئے دوسری چیز عقل ہے، عقل و ہوش کو ہمیشہ حاضر باش رکھنا چاہیئے۔ اور کسی وقت بھی جذبات، جوش، غصہ، خوشی یا غم کے موقع پر عقل سے بیگانہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر انسان کے لئے سکوت اور خاموشی بھی بہت اچھی چیز ہے، اسکی وجہ سے بڑے سے بڑے کام نکل آتے ہیں، اور انسان بہت کچھ حاصل کرلیتا ہے۔

(صفحہ ۲۸ کا بقیہ بارجیل سے نخیل تک)

کے درمیان اپنی ایک آزاد ریاست قائم کرنے کی کوشش کی اور خلافت اموی اور خلافت عباسی میں بڑی شورش برپا کی تھی۔ اس لئے حکومت کو ان کا استیصال کرنا پڑا۔

جاٹوں میں بعض بڑی اور مشہور شخصیتیں بھی گذری ہیں۔ مثلاً ابو سالمہ زطی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ میں آباد سیابجہ کے حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ نہایت صالح اور نیک بزرگ تھے۔ محمد بن عثمان زطی بصری کو جاٹوں نے اپنے غلبہ وفتنہ کے زمانہ میں اپنا حاکم بنایا تھا اسی زمانہ میں انھوں نے ساق زطی نامی ایک شخص کو بھی اپنا امیر بنایا تھا۔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے تاریخ ابن خلدون یا رجال السند والہند ملاحظہ ہوں۔

(باقی آئندہ)

(صفحہ ۴۰ کا بقیہ تقریر کی اہمیت)

سننا بھی اصلاح زبان کا بہترین ذریعہ ہے اس سے زبان پر قدرت حاصل ہوتی ہے مافی الضمیر کے اظہار میں مہارت پیدا ہوتی ہے اور اس کی بدولت آدمی قادر الکلام ہوجاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دوسرے فنون کی طرح اس فن کے متعلق بھی غیر معمولی قابلیت اکثر انسان قدرت کی فیاضیوں کی بدولت اپنے ساتھ ہی لاتے ہیں لیکن اسکے باوجود بہت کچھ عادت اور مشق پر منحصر ہے اور ایک اوسط درجہ کا عام آدمی بھی مشق کے ذریعہ سے اپنی تیغ زبان کو جوہر دار بناسکتا ہے اور قدرت کی فیاضیوں سے بیشتر باتوں میں محروم ہونے کے باوجود محض اپنی محنت اور مشق کے ذریعہ سے ایک کامیاب مقرر اور خطیب بن سکتا ہے۔

لہ کتاب المصون فی الادب ص۱۴۱